آثارِ عمرؓ پر ایک نظر

(۵)

جناب محمد اجمل اصلاحی استاذ ادب مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڈھ

(۱۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جب جنگِ قادسیہ میں فتح حاصل ہوئی تو آپ نے عمرو بن معدیکرب کو جنھوں نے اس جنگ میں بڑی جانبازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خط دے کر بھیجا اس خط میں عمرو بن معدیکرب کی شجاعت کا تذکرہ تھا۔ اور ان کی بڑی تعریف کی گئی تھی۔ عمرو بن معدیکرب دار الخلافہ پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا حال دریافت فرمایا۔ عمرو بن معدیکرب نے بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بے حد تعریف کی اور یہاں تک کہا کہ "حضرت سعد مسلمانوں کے لیے باپ کی طرح ہیں"

اس پر حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا:

"لشد ما تقارضتما الثناء" (البیان ج ۲ ص ۶۸)

ڈاکٹر صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا یہ ترجمہ کیا ہے:

"واہ واتم نے تو ستائش کا حق ادا کر دیا" (اثر نمبر ۳۵ شمارہ جون ۶۷ء)

لیکن میرے نزدیک یہ ترجمہ بوجوہ عربی زبان کے عام قاعدے اور اس کے استعمالات کے بالکل خلاف ہے اس لیے صحیح نہیں ہے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اصل میں لفظ:۔ "تقارضتما" ہے جو مثنی کا صیغہ ہے اور ترجمہ میں اسے نظر انداز کر کے صیغہ واحد کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ جو درست نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ "تقارض ثناء" عربی زبان میں ایک دوسرے کی تعریف کرنے کو کہتے ہیں)۔ اور ترجمہ میں صرف ایک ہی کے تعریف کرنے کا

لہ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲ ص ۶۳۹۔

ذکر کیا گیا ہے۔

خیال ہوتا ہے کہ جاحظ نے چوں کہ صرف عمرو بن معدیکرب کے جملے نقل کئے ہیں اور ان کا پس منظر ذکر نہیں کیا ہے شاید اسی وجہ سے ڈاکٹر صاحب سے اس کے سمجھنے میں یہ غلطی ہو گئی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب جس کا ڈاکٹر صاحب نے ترجمہ کیا ہے خود بول رہا ہے کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کی تعریف کی ہے۔ اس جملہ کا سادہ اور صاف ترجمہ یہ ہے :-

"تم دونوں نے ایک دوسرے کی خوب تعریف کی"

دونوں سے مراد حضرت سعد بن ابی وقاص اور عمرو بن معدیکرب ہیں۔ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ نے ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ کے حوالے سے یہی واقعہ نقل کیا ہے اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں اتنا اضافہ ہے۔

" کتب یثنی علیک وقدمت تثنی علیہ — سعد نے تمہاری تعریف لکھی اور تم نے یہاں آکر ان کی تعریف کی۔

عمرو بن معدیکرب نے حضرت سعد بن ابی وقاص کی تعریف میں جو کلمات کہے تھے ان میں ایک جملہ یہ بھی ہے" نبطی فی حبوتہ " ڈاکٹر صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے: سادہ لباس میں نبطی" لیکن یہ ترجمہ بھی صحیح نہیں ہے۔ "حبوۃ" سے مراد وہ خاص نشست ہے جس کے عرب عادی تھے۔ اصلاً "حبوۃ" اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے وہ کمر اور گھٹنوں کو باندھ کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس طرح بیٹھنے کو "احتباء" کہتے ہیں اور اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ اس مخصوص نشست میں نبطی لگتے ہیں۔

البیان والتبیین کی روایت میں "حبوۃ" کا لفظ ہے مگر علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ مشہور روایت "جبوۃ" کی ہے (جیم کے ساتھ)[1] "جبوۃ" خراج وصول کرنے کو کہتے ہیں۔

---

[1] نہایۃ ابن الاثیر ج ۱ ص ۱۹۹

ازالۃ الخفار میں مقاتل الفرسان لمعمر بن المثنی سے "جابتہ جبوتہ" اور شرح ابن ابی الحدید میں اسی کتاب سے "جابتہ" کے الفاظ منقول ہیں جن سے مشہور روایت کی تائید ہوتی ہے۔ راقم الحروف کے خیال میں یہی روایت صحیح ہے "جبوۃ (حائے حطی کے ساتھ) تصحیف ہے۔ نبطی چوں کہ تعمیرات، آبادکاری اور مالگزاری وصول کرنے میں مشہور تھے اس لئے عمرو بن معدیکرب نے حضرت سعد کو ان سے تشبیہ دی[1] العقد الفرید کا جو ایڈیشن احمد امین وغیرہ کی تحقیق سے شائع ہوا ہے اس میں بھی "جبوۃ" کی بجائے "جابتہ" درج کیا گیا ہے۔ اور حاشیہ میں تصریح موجود ہے کہ مخطوطات میں "جبوۃ" تھا مگر ہم نے شرح ابن ابی الحدید کی روایت پر اعتماد کیا ہے[2]

(۱۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ کا ایک جملہ یہ ہے:

"لن یبلغ حق ذی حق أن یطاع فی معصیۃ اللہ" (البیان ج ۲ ص ۱۷)

ڈاکٹر صاحب نے اس جملہ کا ترجمہ یہ کیا ہے:۔

"حق دار کو اس کا حق ہرگز نہیں ملے گا اگر اس نے اللہ کے احکام سے روگردانی میں کسی اور کی فرمانبرداری کی" (اثر نمبر ۳۶ شمارہ جون ۶۸ء)

یہ ترجمہ اس وقت صحیح ہوگا جب عبارت یوں ہو:

"لن یبلغ ذاحق حقہٗ إن أطاع فی معصیۃ اللہ"

ڈاکٹر صاحب کے ترجمہ میں دوسری غلطیوں کے علاوہ حقدار ہی کو اللہ کی نافرمانی میں کسی کا فرمانبردار قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اصل عبارت میں "حق دار" فرمانبردار نہیں ہے بلکہ اللہ کی نافرمانی میں خود اس کی فرمانبرداری کئے جانے کا ذکر ہے۔ "ذی حق" سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اپنے کو مراد لے رہے ہیں۔ اس صورت میں جملہ کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔

"کسی صاحب حق (خلیفہ اور حاکم) کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ اللہ کی معصیت میں اس کی

---

[1] لسان العرب (نبط) [2] العقد الفرید ج ۲ ص ۶۵۔

اطاعت کی جائے"!

کنز العمال میں الحوفی کی روایت میں "حق ذی حق" کی بجائے "منزلۃ ذی حق" ہے[1] یعنی کسی حاکم کو یہ درجہ حاصل نہیں۔ العقد الفرید کے الفاظ یہ ہیں[2]:

إنه لم يبلغ من حق مخلوق أن يطاع في معصية الخالق	کسی مخلوق کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ خالق کی معصیت میں اس کی اطاعت کی جائے

یہی بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ ہونے کے بعد ایک خطبہ میں یوں فرمائی تھی:

أطيعوني ما أطعت الله فيكم فإذا عصيته فلا طاعة لي عليكم[3]	تم اس وقت تک میری اطاعت کرنا جب تک میں تمہارے بارے میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں مگر جب اللہ کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تمہارے لئے ضروری نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حقیقت کو مختلف مواقع پر بار بار واضح فرمایا[4]۔

---

(۱۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بدوی کے مکالمے میں بدوی کی بیوی کا نام "ام عونی" (عین اور نون کے ساتھ) چھپا ہے (اثر نمبر ۴ شمارہ جون ۷۵ء)، جو غلط ہے۔ صحیح نام ہمزہ اور ف سے ہے یعنی "ام اُدفی"۔ ممکن ہے یہ کتابت کی غلطی ہو۔

---

(۱۶) ڈاکٹر صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک قول کا ترجمہ کرتے ہیں:

---

1. کنز العمال ج ۸ ص ۲۰۷ 2. العقد الفرید قدیم ایڈیشن ج ۲ ص ۱۱۲ 3. حوالہ سابق ص ۱۱۱، جمہرۃ خطب العرب ج ۱ ص ۶۷ 4. صحیح مسلم کتاب الامارۃ، سنن نسائی کتاب البیعۃ، کنز العمال ج ۳ ص ۲۰۱۔

"اگر تم میں سے کوئی کسی کے پاس تین مرتبہ جائے مگر تمہیں اس سے کوئی بھلائی نہ پہنچے تو پھر اس کے یہاں جانا چھوڑ دو" (اثر نمبر ۴۲ شمارہ جون ۶۸ء)۔

اصل اثر میں کسی کے پاس جانے کا ذکر نہیں ہے عبارت ملاحظہ ہو:-

"إذا توجه أحدكم في وجه ثلاث مرات فلم يصب خيرا فليدعه" (البیان ج ۲ ص ۱۱۱)

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے:-

"جب تم میں سے کوئی تین بار کسی سمت کا رخ کرے اور اسے کامیابی نہ ہو تو اسے چھوڑ کر دوسری سمت کا رخ کرنا چاہیئے"۔

یہ اثر دراصل تجارت سے متعلق ہے جیسا کہ دوسرے مقامات پر یہی اثر ان الفاظ میں منقول ہے:-

"من تجر في شيئ ثلاث مرات فلم يصب فيه فليتحول منه إلى غيره"[1]

جو شخص کسی چیز کی تین مرتبہ تجارت کرے اور اس کو کچھ نفع نہ ہو تو اسے کسی دوسری چیز کی تجارت کرنی چاہیئے۔

مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میدان تجارت سے متعلق ہے اور دوسری سامان تجارت سے۔

---

(۱۷) شام کے گورنر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مراسلہ کا ایک جملہ یہ ہے:-

" تعهد الغريب فإنك إن لم تتعهد لا ترك حقه ورجع إلى أهله

---

[1] عیون الاخبار ج ۱ ص ۲۵۰، تاریخ عمر لابن الجوزی ص ۱۹۱، شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲ ص ۲۳، ازالۃ الخفا ج ۲ ص ۱۹۶۔

وإنما ضيع حقه من لم يرفق به" (البیان ج ۲ ص ۱۷)

ڈاکٹر صاحب نے اس جملہ کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے:

"پردیسی سے الف و انس برتو کیوں کہ اگر اجنبیت و بے گانگی برتو گے تو وہ اپنے حق سے دست بردار ہو کر اپنے اہل و عیال کی طرف (بحالت مایوسی) واپس لوٹ جائے گا۔ ایسے پردیسی کا حق اس نے تلف کیا جس نے پردیسی کی رفاقت نہیں کی" (دانش نمبر ۴۳ شمارہ جون ۱۹۶۵ء)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب در اصل آداب قضاء سے متعلق ہے۔ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے مذکورہ بالا فقرہ میں قاضی کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے وطن اور اہل و عیال سے دور تمہاری عدالت میں مقدمہ لیکر آئے تو اس کا خاص خیال رکھو، چنانچہ نرمی و یگانگت سے پیش آؤ، اس کے مقدمہ کا فیصلہ مقامی لوگوں سے پہلے کرو ورنہ وہ مایوس ہو کر واپس ہو جائے گا۔ اور اس کی حق تلفی کی ذمہ داری تم پر ہو گی[1]

فقرہ کے آخری لفظ "لم یرفق بہ" کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب نے "رفاقت" کیا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے۔ یہاں "رفق" اسی مفہوم میں ہے جس میں "تعہد" کا لفظ استعمال ہوا ہے "رفق بہ" کے معنی ہیں نرمی اور ملاطفت سے پیش آنا۔ اس لئے اس جملہ کا صحیح ترجمہ یہ ہو گا۔

"اجنبی کا خیال رکھو۔ ورنہ اپنا حق چھوڑ کر وہ اپنے اہل و عیال کے پاس واپس چلا جائے گا۔ اس کا حق در اصل اسی نے ضائع کیا جو اس کے ساتھ نرمی اور یگانگت سے پیش نہیں آیا۔"

ایک دوسری روایت میں "لم یرفق بہ" کی بجائے "لم یرفع رأسہ" ہے[2]

امام ابو یوسف رح نے عروہ بن رویم سے یہ روایت نقل کیا ہے کہ یہ خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو جب وہ شام میں تھے تحریر

---

۱ المبسوط ج ۱۶ ص ۶۵ ۲ اخبار القضاۃ لوکیع مطبوعہ ۱۹۴۷ء ج ۱ ص ۴۷ ۳ کتاب الخراج ص

فرمایا تھا۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں ایک جگہ اس خط کا مکتوب الیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتایا ہے، الفاظ بھی بعینہٖ جاحظ کی روایت کے مطابق ہیں[1] لیکن دوسری جگہ مصنف مذکور نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی بصرہ کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خط نقل کیا ہے۔ اس میں بھی مکتوب زیر بحث کا مضمون قدرے مختلف الفاظ میں وارد ہوا ہے[2]

---

(۱۸) آداب قضاء ہی سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک دوسرے مکتوب کی سند کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب یہ کرتے ہیں:

"ابو یوسف اپنے شیخ عبد الرحمٰن محمد بن عبد اللہ عرزمی م ۱۵۵ھ سے روایت کرتے ہیں اور اس راوی سے جس نے ابو امیہ شریح بن حارث م ۷۲ سے روایت کی ہے۔ عمرؓ نے معاویہ بن ابی سفیان صخر کو لکھا" (اثر نمبر ۴۴ شمارہ جون ۱۹۷۵ء) لیکن اصل سند میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ سند کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"ابو یوسف عن العرزمی عمن حدثہ عن شریح أن عمر بن الخطاب کتب إلیہ ..."

چونکہ اس سے قبل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مراسلہ گزر چکا ہے اس لیے ڈاکٹر صاحب نے "الیہ" کی ضمیر کا مرجع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سمجھا۔ حالانکہ سند زیر بحث میں مکتوب الیہ خود حضرت شریح ہیں۔ اس لئے اس سند کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔

"ابو یوسف نے عرزمی سے اور عرزمی نے اس شخص سے روایت کی جس نے حضرت شریح سے نقل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں (حضرت شریح کو) لکھا"۔

---

[1] ابن ابی الحدید ج ۱۷ ص ۱۹۸ [2] حوالہ سابق ج ۱۲ ص ۲۴۳۔

(ب) اس خط میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت شریح کو تین ہدایت دی ہیں جنکے الفاظ یہ ہیں: "لا تشار، ولا تمار تضار" (البیان ج ۲ ص ۱۷۲)

ڈاکٹر خالدی صاحب نے اس فقرہ کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"مجلس عدالت میں کسی فریق سے سودا کرو نہ جھگڑا اور نہ حق دار سے حق چھینو نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ۔"

"مشارۃ" کے معنی خرید و فروخت کے ضرور آتے ہیں مگر یہاں اس کا کوئی موقع نہیں اس لئے کہ خرید و فروخت کا تذکرہ مستقلاً آگے آرہا ہے۔ ثانیاً "لا تمار" سے اس کا کوئی جوڑ نہیں۔ اگر "فریق سے سودا کرنے" سے مراد رشوت ہے تو یہ بھی درست نہیں ترجمہ کی دوسری غلطی یہ ہے کہ "تضار" کو مستقل حیثیت دیدی گئی ہے جب کہ جاحظ کی زیر بحث روایت میں اگر ڈاکٹر صاحب کا نسخہ ہمارے نسخہ سے مختلف نہیں ہے تو "تضار" ماقبل کے دونوں فعلوں سے متعلق ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ اس صورت میں صحیح ہوتا جب دوسرے مقامات کی طرح یہاں بھی "ولا تضار" علیحدہ جملہ کی حیثیت سے آیا ہوتا۔

شرح ابن ابی الحدید میں "لا تسار ولا تضار" کی روایت ہے یعنی پہلا فعل سین مہملہ کے ساتھ ہے[۱]، "لا تمار" نہیں ہے۔ اور "لا تضار" مستقل جملہ ہے۔ مبسوط میں غائب کے صیغہ سے یوں مروی ہے:

"عن شریح أن عمر کتب إلیه أن لا یشار ولا یضار ولا یبیع ولا یبتاع فی مجلس القضاء"[۲] زیر بحث فقرہ کے پہلے لفظ کو تین طرح پڑھ سکتے ہیں:

(۱) لا تُشَارِ (راء مکسور غیر مشدد) اس کا مصدر "مشارۃ" ہوگا یعنی معتل اللام

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۷ ص ۷۹۱ - ۲۔ المبسوط للسرخسی ج ۱۶ ص ۶۶

(ب) لَا تُشَارِّ (رائے مشدد اور شین معجمہ) مصدر "مشارّۃ" ہوگا یعنی مضاعف

(ج) لَا تُسَارِّ (رائے مشدد اور سین مہملہ) گویا شین معجمہ کی صورت میں دو شکلیں

ہوئیں اور سین مہملہ کی صورت میں ایک ہی شکل اور وہ یہ کہ راء مشدد ہو۔

جاحظ کی روایت میں "لاتشار" کے ساتھ "لاتمار" بھی ہے جس کا تقاضا ہے کہ اول الذکر لفظ میں شین معجمہ ہی ہو کیوں کہ یہ دونوں لفظ عام طور پر ایک ہی ساتھ استعمال ہوتے ہیں اور ان کے معنی بھی تقریباً یکساں ہیں اب رہا یہ سوال کہ ان کا مادہ "شری و مری" ہے یا "شر و مر" تو دونوں کی گنجائش ہے۔ مشارۃ و مشاراۃ" اور ممارۃ و مماراۃ کے درمیان معنوی اعتبار سے کچھ زیادہ تفاوت نہیں ہے۔ مشارّۃ کے معنی شر انگیزی، ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا اسی طرح مشاراۃ کے معنی بھی سخت جھگڑا کرنا۔ ممارۃ کے معنی کشتی لڑنا، شکست دینے کے لئے کشمکش کرنا اور مماراۃ کے معنی بے جا بحث و تکرار کرنا کثرت استعمال کو دیکھا جائے تو مشاراۃ اور مماراۃ کو ترجیح حاصل ہوگی۔ یہ دونوں لفظ اور ان کے مشتقات اکثر ساتھ استعمال ہوتے ہیں اور بہت سے مقامات پر اس صراحت کے ساتھ آئے ہیں کہ ان میں کوئی اور تاویل ممکن نہیں مثلاً جب سائب بن صیفی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

وکیف لا اعرف شریکی فی الجاھلیۃ	دور جاہلیت کے اس رفیق کو کیونکر نہ پہچانونگا
الذی کان لا یشاری ولا یماری	جو کبھی جھگڑا کرتا تھا نہ بیجا بحث و تکرار

ابن المقفع کا قول ہے:

المشاراۃ والمماراۃ	جھگڑا اور بحث و تکرار سے دیرینہ دوستی
یفسد ان الصداقۃ القدیمۃ	میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور مستحکم
ویحلان العقدۃ الوثیقۃ۔	تعلق بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

ابن عبد ربہ (متوفی ۳۲۷ھ) نے مذکورہ بالا دونوں آثار جس باب کے تحت درج کئے ہیں اس کا عنوان ہی "باب فی ترک المشارۃ والمماراۃ" رکھا ہے[۱]۔

حضرت میمون بن مہران (متوفی ۱۱۷ھ) سے سوال کیا گیا: ناراضگی کی وجہ سے کسی دوست سے آپ کے تعلقات منقطع کیوں نہیں ہوتے تو آپ نے جواب دیا۔

لأنی لا اشاریہ	اس لئے کہ میں اس سے جھگڑا اور بحث
ولا أماریہ[۲]	و تکرار نہیں کرتا۔

کثرت سے دونوں مصادر کے ایک ساتھ استعمال ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں بھی ہم "لا تشاروا ولا تماروا" کو مشاراۃ و مماراۃ سے ماخوذ تسلیم کریں جیسا کہ البیان والتبیین کے شارح حسن السندوبی کا خیال معلوم ہوتا ہے کہ لیکن شرح ابن ابی الحدید اور المبسوط کی روایت کی روشنی میں جس میں "لا تغاروا" بھی آیا ہوا ہے ایک اور پہلو پر غور کرنا باقی ہے۔

دو یا دو سے زائد لفظوں کے درمیان صوتی ہم آہنگی اور توازن پیدا کرنے کے لئے کبھی کبھی عربی زبان میں ایک لفظ کو دوسرے کے مطابق کر دیتے ہیں اور اس کے لئے زبان کے عام اور معروف قواعد کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات مادہ میں بھی مناسب تصرف سے گریز نہیں کرتے۔ اصطلاح میں اس عمل کو "اتباع" کہتے ہیں۔ "اتباع" عربی زبان کا ایک فصیح، معروف اور کثیر الاستعمال اسلوب ہے کلام عرب میں بکثرت اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ "اتباع" کی مختلف شکلیں ہیں جنکی تفصیل معلوم کرنے کے لئے امام سیوطی کی "المزھر" اور ابو الطیب اللغوی (متوفی ۳۵۱ھ) کی کتاب الاتباع کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ ہم یہاں چند مثالیں پیش کریں گے۔

وفد عبد القیس کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں:

---

[۱] العقد الفرید قدیم ایڈیشن ج ۱ ص ۲۱۲۔ [۲] شرح ابن ابی الحدید ج ۱۸ ص ۱۰۱۔

" مرحبا بالقوم غیر خزایا ولا ندامی "

امام لغت فراء (متوفی ۲۰۷ھ) کے نزدیک یہاں اتباع ہے۔ کیوں کہ قواعد کی رو سے "ندامی" کی بجائے "نادمین" ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ "ندامیٰ" ندمان کی جمع ہے اور یہاں "نادم" کی جمع کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ گویا صرف "خزایا" سے ہم آہنگ کرنے کے لئے "نادمین" کی بجائے "ندامی" کہا گیا۔ مقصد تحسین کلام ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے!

" ارجعن مأزورات غیر مأجورات "

قواعد کا تقاضا ہے کہ پہلا لفظ "مازورات" کی بجائے "موزورات" ہو اس لئے کہ اس کا مادہ "مہموز الفاء" کی بجائے "معتل الفاء" ہے مگر "ماجورات" سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے یہ تبدیلی کر دی گئی۔ عربوں کا ایک مشہور جملہ ہے:۔

" إنی لاٰتیہ بالغدایا والعشایا "

"غداۃ" کی جمع "غدوات" آتی ہے! اہل لغت کا اتفاق ہے کہ مندرجہ بالا قول میں "العشایا" سے ہم آہنگ کرنے کے لئے بجائے "غدوات" کے "غدایا" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے[1]

خود سائب بن صفی کی روایت میں جو اوپر گزر چکی ہے بعض مراجع میں "لا یشاری ولا یماری" کے ساتھ "ولا یداری" کا لفظ بھی مذکور ہے[2]۔ یہ آخری لفظ اصلاً "لا یدارئ" ہونا چاہیئے اس لئے یہاں اس کا مادہ (د ر ء) مہموز اللام ہے لیکن ماقبل کے دونوں لفظوں سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے ہمزہ کو "ی" سے بدل دیا گیا ہے۔ موجودہ شکل میں بظاہر وہ مہموز کی بجائے معتل دکھائی دیتا ہے۔

عربی زبان کے اس فصیح اور معروف اسلوب کو سامنے رکھ کر اور یہ بحث اثر کی جا رہی

---

[1] صحیح مسلم شرح النووی کتاب الایمان ج ا ص ۴۳ - [2] لسان العرب (شعری)

پر غور کیجیے۔

لا نتشار، ولا تمار، ولا تضاد

اسلوب اتباع کی روشنی میں اس عبارت کی دو شکلیں ہیں ایک تو یہ کہ "لا تضار" کی تشدید ختم کر دی جائے اور تینوں لفظوں کا آخری حرف مکسور رہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ "لا تضار" جو اصلاً مضاعف" ہے اسے اپنے حال پر رکھیں اور ابتدائی دونوں الفاظ کو اسی طرح "معتل" کی بجائے "مضاعف" کر دیں۔ اس صورت میں تینوں کی راء مشدد ہو جائے گی۔

ہمارے نزدیک قواعد، "اتباع" کی روح اور کلام عرب کے مزاج سے قریب ترین شکل یہی آخری ہے۔ اس لیے کہ آخری شکل میں ہم قواعد کی خلاف ورزی کیے بغیر اس مقصد کو حاصل کر لیتے ہیں، جس کے لیے "اسلوب اتباع" کو اختیار کیا جاتا ہے اوپر گزر چکا ہے کہ مشارّۃ و ممارّۃ اور مشاراۃ و ممارات مواقع استعمال کے اعتبار سے ملتے جلتے ہیں اس لیے بآسانی ہم "لا نتشار و لا تمار" کو مشارّۃ و ممارّۃ سے ماخوذ قرار دے سکتے ہیں اور ہمارا یہ عمل "اتباع" بھی نہ ہو گا جس میں کسی قدر تصرف سے کام لیا جاتا ہے۔ بلکہ قواعد کے عین مطابق ہو گا۔

یہی وجہ ہے کہ جب کلام میں معتل اللام صیغے ہوتے ہیں تو مشاراۃ و ممارات کو اختیار کیا جاتا ہے جیسا کہ صائب کی حدیث میں ہے اور جب مضاعف صیغے ہوتے ہیں تو مشارۃ و ممارۃ کا انتخاب کرتے ہیں۔ چنانچہ ابو الاسود الدؤلی (متوفی ۶۹ھ) نے کسی شخص سے اس کی ماں کے متعلق سوال کرتے ہوئے یہ مشہور جملہ کہا:

" ما فعلت امرأۃ فلان التی کانت تشارّہ وتمارّہ وتجارّہ وتزارّہ وتہارّہ "[1]

اس جملہ میں چونکہ تمام افعال کا آخری حرف "راء" مشدد ہے اس لیے قائل نے

---

[1] لسان العرب (شرر، زرر، ہرر)

"نشاریہ و نماریہ" کی بجائے "تشارّہ و تمارّہ" کا انتخاب کیا۔

(ج) حضرت شریح کے نام زیر بحث مراسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری ہدایت کے الفاظ یہ ہیں:

"ولا تبع ولا تبتع فی مجلس القضاء"

ڈاکٹر صاحب نے اس جملہ کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"کسی کو کچھ بیچو اور نہ کسی کو کچھ بیچنے دو (کسی کو کچھ دینے دلانے یا خود کچھ لینے سے اجتناب کرو)"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ بجائے خود بہت ہی واضح ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کو ان واضح الفاظ کے معنی کو سمجھنے میں زحمت پیش آئی اور اس کی وضاحت کے لئے ان کو بریکٹ کی ضرورت محسوس ہوئی جس نے ڈاکٹر صاحب کی منشا کو اور گنجلک کر کے رکھ دیا۔

"لا تبتع" کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب نے "بیچنے دو" کیا ہے جو قطعاً غلط ہے۔ "ابتیاع" بیچنے اور بیچنے دینے کو نہیں بلکہ خریدنے کو کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ مجلس قضاء یعنی عدالت میں خرید و فروخت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس سے عدالت کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ اس ممانعت کے اور بھی دوسرے مصالح ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں[1]۔ اسلام کے نظام عدالت کا یہ ایک زریں اور معروف اصول ہے جو ڈاکٹر صاحب کے ترجمہ اور تشریح میں بالکل بھیچ کر رہ گیا ہے۔

(باقی)

---

[1] ملاحظہ ہو المبسوط ج ۱۶ ص ۷۷